سبق - ۱۰

چلیں منڈی گھومنے

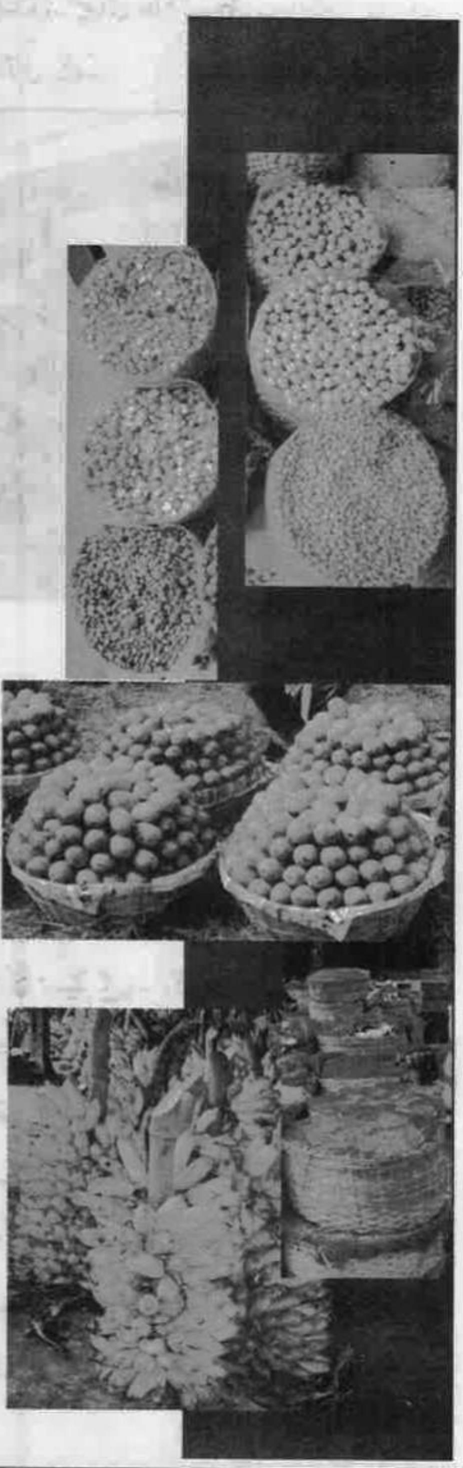

آٹھ بجتے بجتے ہم لوگ اسکول کے گیٹ کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ سبھی بچے بہت خوش تھے۔ ہمارے استاد ہم لوگوں کو گھمانے کے لیے پٹنہ سیٹی کے معروف گنج کی اناج اور مسالحہ کی منڈی لے جا رہے تھے۔

منڈی پہنچ کر ہم نے دیکھا کہ یہاں چاروں طرف ٹرک، مال ڈھونے والے ٹیمپو اور سامان ڈھونے والے ٹھیلے نظر آ رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ہم اناج منڈی میں نہیں بلکہ ٹرک اور ٹیمپو کے اسٹینڈ میں آ گئے ہیں۔ منڈی میں ہم نے دیکھا کہ کئی بڑے بڑے گودام اور دکانیں بھی تھیں۔ کچھ کھانے کے ہوٹل اور بورے اور تھیلے کی دکانیں بھی تھیں۔

منڈی کے ایک تاجر سلیمان صاحب ہمارے استاد کے پرانے ملاقاتی تھے۔

وہ ہم سبھی کو منڈی کی ایک خاص گلی میں لے گئے، جہاں ہم لوگوں نے دیکھا کہ ایک ٹرک سے بھری ہوئی بوریاں اُتاری جا رہی ہیں۔ سلیمان صاحب نے بتایا کہ اس گلی میں صرف چاول اور گیہوں کی تھوک دکانیں ہیں۔ٹرک سے چاول کی بوریاں اُتاری جارہی ہیں۔ پھر انھوں نے ٹرک کے ڈرائیور سے پوچھ کر بتایا کہ یہ چاول رہتاس ضلع کے چاول مل سے آیا ہے۔ اس کے علاوہ اس منڈی میں بھاگلپور، چمپارن، سیوان، ویشالی، گوپال گنج، بکسر، اورنگ آباد، گیا، پٹنہ اور آس پاس سے بھی چاول آتے ہیں۔ چاول بہار کی خاص فصل ہے۔

چھوٹے کسان اپنے گاؤں یا آس پاس کے گاؤں میں موجود دھان کوٹنے والی چھوٹی مِلوں میں چاول بنوا کر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ اس میں سے استعمال کے لیے رکھ کر باقی چاول خریدنے والے چھوٹے تاجروں کو بیچ دیتے ہیں۔ ایسی حالت میں کسانوں کو عموماً چاول کی کم قیمت ملتی ہے۔ لیکن اس سے انھیں سیدھے اپنے گھر کے دروازے پر ہی پیسہ مل جاتا ہے۔ اس کے بعد یہ چھوٹے تاجر چاول کو مقامی منڈی کے تھوک تاجروں کو بیچ دیتے ہیں۔ یہ تھوک تاجر شہر کے بڑے تھوک تاجروں کو اپنا چاول بیچ دیتے ہیں۔

کچھ کسان اپنے دھان کو سیدھے بڑے چاول مِلوں کو فروخت کر دیتے ہیں۔ شہروں کے تھوک فروخت کرنے والے مِل سے چاول خرید کر شہر کے خردہ تاجروں کو فروخت کر دیتے ہیں۔

بازار کی کڑیوں کو اس چارٹ سے بھی سمجھا جا سکتا ہے۔

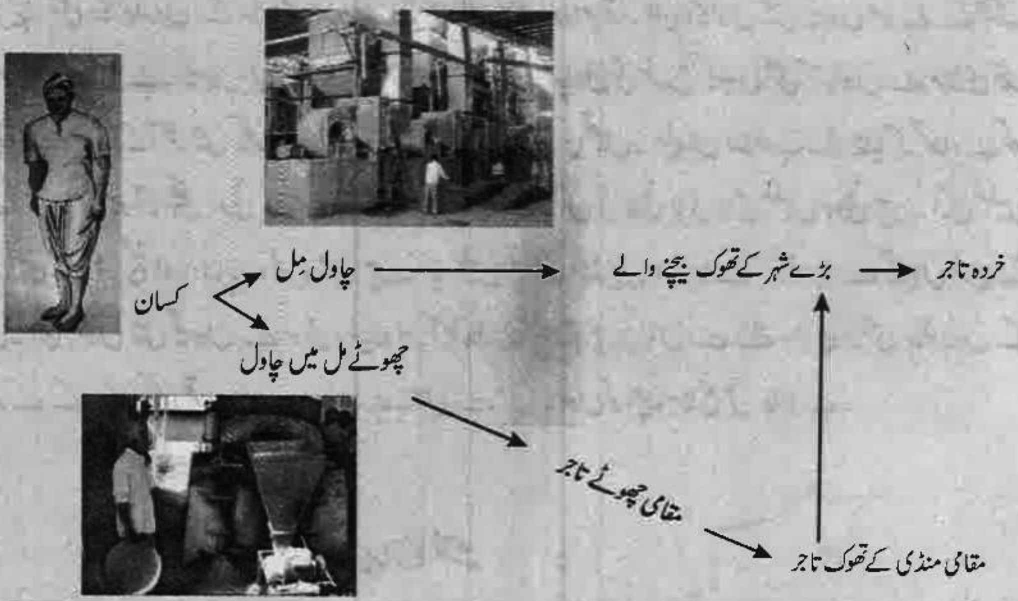

کسانوں کو اپنی فصل کی صحیح قیمت ملے۔ اس کے لیے سرکار فصل کی کم سے کم قیمت طے کرتی ہے۔ جسے کم سے کم مقررہ قیمت کہا جاتا ہے۔ کم سے کم مقررہ قیمت طے کرنے کا مقصد کسانوں کے فائدے کو تحفظ کرنا ہے۔

ہر کسان کو اپنی فصل کے لیے کم سے کم اس سرکاری شرح کی امید رہتی ہے۔ لیکن بہار کے موجودہ حالات میں زیادہ تر کسان اس سہولت سے محروم رہتے ہیں۔ سرکاری محکمے کسانوں سے مقررہ قیمت پر فصل خریدتے ہیں۔ لیکن بہار میں اس پروگرام کا پورا فائدہ کسانوں کو نہیں مل پاتا ہے۔ اس سے کسانوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔

?

۱- اوپر دیئے گئے نقشے کے مطابق بڑے شہر کی منڈی تک چاول پہنچنے کے کیا کیا طریقے ہیں؟

۲- تھوک اور خردہ بازار میں کیا فرق ہے؟

۳- تھوک بازار کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟ تبادلۂ خیال کریں ۔

۴- چھوٹے کسان کو چاول کی قیمت کم کیوں ملتی ہے؟

کھیت کھلیہان سے مِلوں تک

اس کے بعد سلیمان چچا ہم لوگوں کو آگے لے کر چلے۔ یہاں گیہوں کی کئی سلسلے وار تھوک دکانیں تھیں۔ تقریباً سبھی دکانداروں کے سامنے بڑے بڑے ترازو اور پیچھے گودام تھا۔ ان دکانوں میں گیہوں صوبے کے مختلف حصوں سے آتا ہے۔ گیہوں بہار کی دوسری خاص فصل ہے۔ چاول کی طرح گیہوں بھی کسانوں سے منڈی تک پہنچتا ہے۔ گلی کے آخر میں کچھ دکانیں، سوجی، آٹا اور میدے کی تھیں۔ سلیمان صاحب نے بتایا کہ تمھارے گھر کے آس پاس جو آٹا چکی ہوتی ہے وہاں آٹا یا میدہ نہیں بنتے۔ ان کی کافی بڑی بڑی مِلیں ہوتی ہیں۔ ایسی مِلیں پٹنہ سیٹی، دیدار گنج اور داناپور وغیرہ میں ہیں۔ یہ مِلیں تھوک منڈیوں اور بڑے کسانوں سے گیہوں خریدتے ہیں۔ ان مِلوں میں گیہوں سے سوجی، میدہ اور آٹا بنائے جاتے ہیں۔ اس سے ملنے والا چوکر بھی جانوروں کے چارے کے لیے اچھی قیمت پر بک جاتا ہے۔ اس سے مِل مالکوں کو اچھا منافع مل جاتا ہے۔

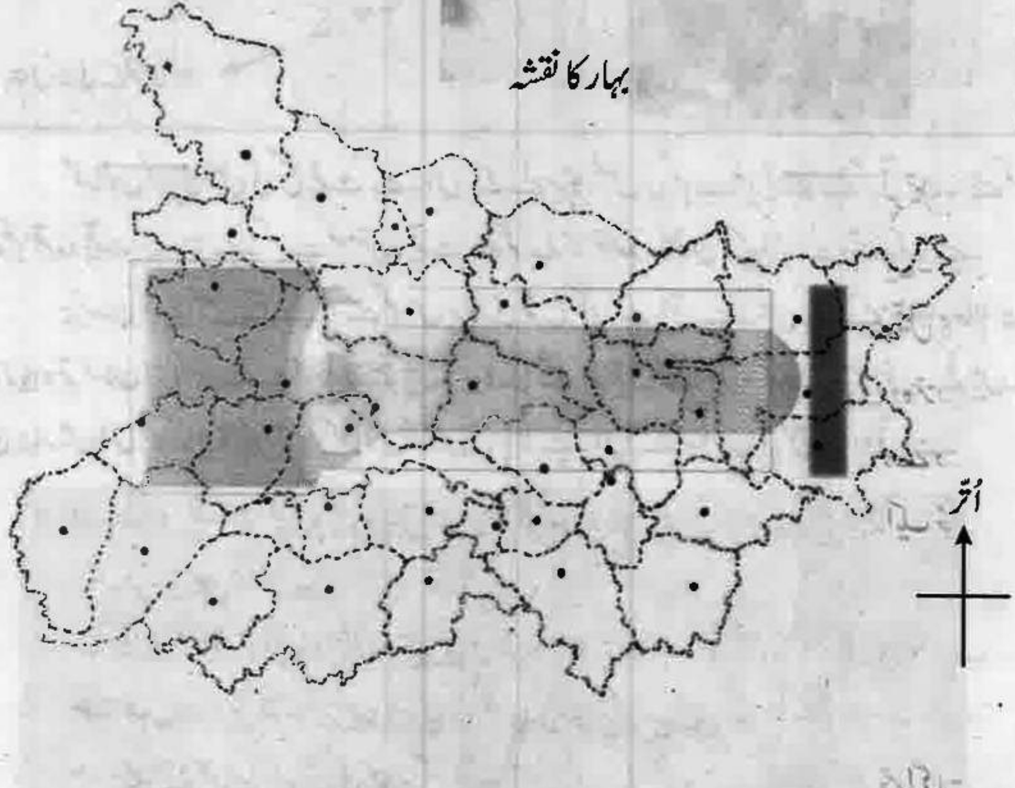

بہار کا نقشہ

(۱) بہار کے جنوب مغربی علاقے مثلاً رہتاس، سہسرام، اورنگ آباد، بھوجپور اور بکسر ضلعے دھان کٹورا کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ یہاں بہار کے چاول کی کل پیداوار کا ۳۰ فیصد سے زیادہ کی پیداوار ہوتی ہے۔ یہاں کافی چاول ملیں ہیں۔

(۲) بہار میں رہتاس، چمپارن، سیوان، مظفر پور، نالندہ، پٹنہ، بھوجپور، سہرسہ، بھاگلپور، گیا، مونگیر وغیرہ ضلعوں میں گیہوں کی اچھی پیداوار ہوتی ہے۔

(۳) بہار میں مغربی چمپارن، سمستی پور، بیگوسرائے، مظفر پور، کھگڑیا اور رہتاس سرسوں کی کھیتی کے لیے مشہور ہے۔

پچھلے صفحہ پر دیئے گئے نقشہ میں دکھائیں:

(۱) دھان کی پیداوار والے علاقے

(۲) گیہوں کی پیداوار والے علاقے

(۳) سرسوں کی پیداوار والے علاقے

اس کے بعد سلیمان صاحب ہم بچوں کو بازار کے دوسرے حصے میں لے گئے۔ کچھ ٹھیلوں پر تیل کے بہت سارے کنستر لدے ہوئے تھے۔ سلیمان صاحب نے بتایا کہ یہ سرسوں کے تیل کے خالی ڈبے ہیں۔ جنھیں خردہ کاروباری ہمارے تمھارے گھروں سے خرید کر لاتے ہیں۔ بہار میں کھانے میں عموماً سرسوں کے تیل کا ہی استعمال ہوتا ہے۔ گاؤں میں کسان جو عام طور سے اپنے استعمال کے لیے جو سرسوں پیدا کرتے ہیں وہ نزدیک کی پیرائی مِل میں سرسوں لے جا کر اور پیرائی کر تیل اور کھلّی لے آتے ہیں اور پیرائی کی قیمت دے دیتے ہیں۔ کھلّی جانوروں کی غذا کے طور پر کام آتی ہے۔ کچھ ایسے بھی دکاندار ہوتے ہیں جو سرسوں لے کر ایک خاص طے شدہ تناسب میں انھیں بیچ دیتے ہیں۔

بہار کی پیداوار کا پورا حصہ اپنے صوبے میں ہی کھپت ہو جاتا ہے۔ بقیہ ضرورتیں راجستھان اور دوسرے صوبوں سے پوری ہوتی ہیں۔ وہاں سے سرسوں کا تیل کئی طرح کی پیکنگ میں آتا ہے۔ سلیمان صاحب نے کہا ۱۵ کیلوگرام کے پیک انہی کنستروں میں آتے ہیں، جنھیں آپ تصویر میں دیکھ رہے ہیں۔ یہ خالی کنستر پھر انھی تیل

کے کارخانوں یا پیکنگ کی جگہوں میں بھیج دیتے ہیں۔

اس کے بعد سلیمان صاحب ہم لوگوں کو منڈی کے اس حصے میں لے گئے جس میں مکئی کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔

بہار مکئی پیدا کرنے والا خاص صوبہ ہے۔ بہار میں مکئی بہت سے لوگوں کی غذا بھی ہے۔ یہاں لوگ مکئی کا ستو، آٹا اور دڑے کا استعمال کھانے کے طور پر کرتے ہیں۔ سلیمان صاحب نے بتایا کہ مکئی کسانوں سے مقامی چھوٹے کاروباری خریدتے ہیں۔ یہ کاروباری اسے منڈی کے تھوک تاجروں کو بیچتے ہیں۔ تھوک کاروباری انھیں مِلوں میں بیچ دیتے ہیں۔ یہ مِل والے اس سے جانوروں اور مرغیوں کا چارہ تیار کرتے ہیں۔ کسان سیدھے اگر منڈی میں آکر چارہ بنانے والے مِلوں کو بیچتے ہیں تو انھیں اس کی زیادہ قیمت ملتی ہے۔ جو منڈی قابو میں رہتی ہے وہاں کسان کھلی نیلامی کے ذریعہ اپنی اُپج بیچتے ہیں تو انھیں صحیح قیمت ملتی ہے۔ مگر بہار میں یہ انتظام نہیں کے برابر ہے۔ اس وجہ سے کسان اپنی فصل کو مقامی کاروباریوں یا نجی مِل مالکوں کو بیچنے کے لیے مجبور ہیں۔ کسانوں کی اس مجبوریوں کا فائدہ اٹھا کر یہ کاروباری **انھیں فصل کی صحیح** قیمت نہیں دیتے ہیں۔ عام طور پر یہ کم سے کم مقررہ

مشرقی بہار اور کوسی کے علاقوں میں مکا کی کافی اچھی پیداوار ہو رہی ہے۔ یہاں سے تقریباً دس لاکھ ٹن مکئی ہر سال دوسرے صوبوں اور ملکوں میں بھیجی جا رہی ہے۔

کہاں اور کیسے

کوسی کے علاقے جیسے نوگچھیا، مانسی، سمری بختیار پور، سیماپور اور گلاب باغ (پورنیہ) وغیرہ سے مکئی ریل کے ذریعہ پنجاب، ہریانہ، اُتراکھنڈ اور آندھرا پردیس کو جاتی ہے۔

دلّی، مغربی بنگال، اُترپردیس اور جھارکھنڈ میں ٹرکوں سے بھیجی جاتی ہے۔ کولکاتا ہوتے ہوئے یہ بنگال جاتی ہے۔ وشاکھاپٹنم اور ممبئی کے بندرگاہوں سے یہ مکئی پانی کے جہازوں سے ارجنٹینا اور ملیشیا تک جاتی ہے۔

قیمت سے کافی کم ہوتا ہے۔ اگر منڈی تک سبھی کسانوں کی پہنچ ہو جائے تو انھیں اپنی فصل کی مناسب قیمت ملنے لگے گی۔ اس سے مقامی کاروباری بھی کسانوں کو ان کے فصل کی مناسب قیمت دینے کو مجبور ہو جائیں گے۔

۱- ان فصلوں میں سے دو فصلوں کے بازار کی کڑیوں کی تصویر بنائیں جو آپ کے علاقے میں پیدا ہوتی ہیں:

(۱) مکئی (۲) گیہوں (۳) دلہن (۴) سرسوں

۲- کیا تمھارے آس پاس کوئی مِل ہے؟ وہاں فصلیں کیسے پہنچتی ہیں؟ معلوم کرو۔

۳- حکومت کے ذریعہ چلائی جانے والی تسلط منڈی کیا ہے؟ اساتذہ کے ساتھ تبادلۂ خیال کریں۔

۴- بہار میں مکئی کی پیداوار کی کافی امیدیں ہیں۔ ان پیداواروں کے ذریعہ مکئی سے مختلف چیزیں جیسے اسٹارچ، بے بی کورن، پوپ کورن، کورن فلیک، مکئی کا آٹا، مرغیوں کا چارہ، مکئی کا تیل وغیرہ بنایا جا سکتا ہے۔ ان کے کیا فائدے اور نقصانات ہیں؟ بتائیں۔

باغات سے منڈی

دن کے دو بج چکے تھے۔ ہمیں بھوک لگ گئی تھی اور ہم کافی تھک بھی گئے تھے۔ استاد نے کہا "اب ہم لوگوں کو چلنا چاہیے۔ اگلے ہفتے پٹنہ کی بازار سمیتی چلیں گے"۔

اگلے ہفتے ہم لوگ صبح صبح پھل کی منڈی پہنچے۔ یہاں چاروں طرف پھلوں کی ہی دکانیں تھیں۔ کہیں آم ہی آم نظر آرہے تھے تو کہیں کیلے کی آڑھت تھی، کہیں سیب ہی سیب تھے تو کہیں نارنگی کے ڈھیر اور کہیں انگور کی پیٹیاں رکھی تھیں۔ کہیں آم کی خوشبو آرہی تھی تو کہیں سڑی نارنگی کی بدبو۔ ہمارے استاد کے اسرار پر مہتاب صاحب پھل کی منڈی کے بارے میں جانکاری دینے کے لیے تیار ہو گئے۔

سب سے پہلے مہتاب صاحب ہمیں پھل کی منڈی کے اس حصے کی طرف لے گئے، جہاں آم اور لیچی کے بڑے بڑے ٹوکرے اور پیٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ یہاں کئی قسم کے آم نظر آرہے تھے۔ کچھ آم کچے اور کچھ آم پکے تھے۔ کئی قسم کی لیچیاں تھیں۔ کچھ بڑے اور کچھ سائز میں چھوٹے اور سوکھے۔ یہ باغیچوں سے پھل منڈی تک

پہنچنے میں دیر ہونے کی وجہ سے سوکھ گئے تھے۔

پھلوں کے باغات سے پھل منڈی تک پہنچنے اور پھل منڈی سے ہم تک پہنچنے میں کئی مرحلے آتے ہیں۔ اس میں کئی لوگ شامل ہوتے ہیں۔ مہتاب صاحب نے سب سے پہلے ہمیں آموں کے بارے میں بتایا۔ بہار کے مختلف حصوں میں کئی طرح کے آم پیدا ہوتے ہیں۔ پٹنہ شہر کے دیگھا کا دودھیا مالدہ اور بھاگلپور کا زردالو آم اپنے ذائقہ اور خوشبو کے لیے بہت مشہور ہے۔ انھیں بہار سے باہر بھی بھیجا جاتا ہے۔

اس منڈی میں آم بہار کے کئی حصوں سے آتا ہے۔ پھل منڈی سے چھوٹے دکاندار، ٹھیلے والے اور ٹوکریوں میں پھل بیچنے والی عورتیں پھل خریدتی ہیں۔ اس طرح پٹنہ کے بازاروں اور محلوں میں پھل پہنچتا ہے۔ مہتاب صاحب نے بتایا کہ باغات سے منڈی تک آم کئی کڑیوں سے ہو کر گزرتا ہے۔

پہلا: تاجر کسانوں سے ان کے آم کے باغات کو منجر آنے کے بعد خرید لیتے ہیں۔ وہ درختوں کی دُھلائی اور جراثیم کُش دواؤں کا چھڑکاؤ اپنے طور پر کرتے ہیں۔ وہ کسان سے یہ اقرار کرتے ہیں کہ آم کی

پیداوار کا کچھ حصہ وہ کسان کو دیں گے۔ پھل آنے کے بعد وہ آم توڑ کر اسے ٹرکوں سے پھل منڈی میں پہنچاتے ہیں۔

دوسرا: تاجر کسانوں سے ان کے آم کے باغیچے تین یا پانچ سالوں کے لیے بھی خرید لیتے ہیں اور کسان کو پیسے کے علاوہ ہر سال پھل آنے پر پیداوار کا کچھ حصہ دیتے ہیں۔

تیسرا: کچھ بڑے کسان خود اپنے آم کو باغیچے سے توڑ کر منڈی تک پہنچاتے ہیں۔ اس میں زیادہ کمائی ہوتی ہے۔

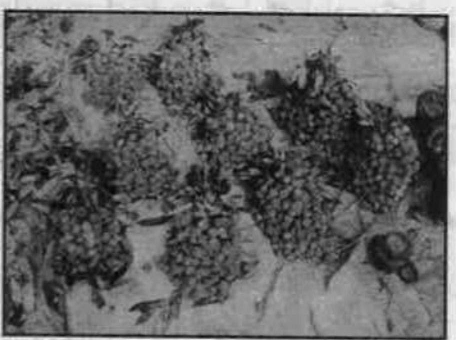

اس کے بعد مہتاب صاحب نے آم منڈی سے سیٹی لیچی منڈی میں لے جا کر ہم لوگوں کو لیچی کے بارے میں بتایا۔ لیچی بھی انہی بازار کی کڑی سے ہو کر جگہ جگہ اور ملک کے کونے کونے تک پہنچتی ہے۔ بھارت میں لیچی کی کل پیداوار کا لگ بھگ ۸۰ فیصد بہار میں ہوتا ہے۔ یہاں کی شاہی لیچی بہت مشہور ہے۔ مظفر پور کے علاقے میں سب سے زیادہ لیچی کی پیداوار ہوتی ہے۔ اس لیے مظفر پور سے ٹرین اور ٹرک سے لیچی کانپور، دلّی، ممبئی اور ملک کے کئی بڑے شہروں میں تاجروں کے ذریعہ ہی بھیجی جاتی ہے۔

مظفر پور میں لیچی سے بننے والی چیزوں کے کئی کارخانے ہیں، جس میں لیچی سے جوس، جیم، جیلی، شہد وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔

پھلوں اور سبزیوں کو زیادہ وقت تک بچائے رکھنا ممکن نہیں ہوتا کیوں کہ وہ جلدی خراب ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ان کو زیادہ وقت تک بچائے رکھنے کے لیے ٹھنڈا گھر (Cold Storage) کی تعمیر کی جانی چاہیے۔ کولڈ اسٹوریج میں زیادہ دنوں

تک انھیں محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ گزشتہ سالوں میں حکومت نے اس سمت میں کئی مثبت قدم اٹھائے ہیں۔

باغبانی فصلیں : پھلوں کی ترقی اسی وقت ممکن ہے جب اس کے لیے خاص قسم کی اکائیاں لگائی جائیں۔ ان کی کئی اقسام کی پیداوار ان یونٹ کے ذریعہ تیار کی جائے۔ پھلوں سے تیار ہونے والی چیزوں کی بھی یونٹ لگانے میں بھی بہار میں کافی اُمیدیں ہیں۔ اس سمت میں حکومت کے ذریعہ بہت سی کوششیں کی گئی ہیں۔

اس کے بعد مہتاب صاحب ہمیں پھل منڈی کے اس حصے میں لے گئے، جہاں کیلے کے بڑے بڑے گودام تھے۔ پھل منڈی میں کیلا خاص طور پر ویشالی اور آس پاس کے علاقوں نوگچھیا اور بھاگلپور کے علاقے سے آتا ہے۔ پورے صوبے کا لگ بھگ ۵۰ فیصد کیلا انہی علاقوں میں پیدا ہوتا ہے۔ کیلا کی پیداوار کرنے والے کسان اکثر کیلا مقامی تاجروں کو کھیتوں میں ہی بیچ دیتے ہیں۔ مقامی تاجروں سے کیلے کے تھوک تاجر خرید کر انھیں ٹرکوں سے پھل منڈی میں بھیج دیتے ہیں۔

اب دھوپ تیز ہونے لگی تھی۔ کچھ بچے وہاں ٹھیلے پر بک رہے گنّے کا رس پینے کی خواہش ظاہر کرنے لگے۔ رس پیتے ہوئے مہتاب صاحب نے کہا کہ اس منڈی میں گنّے بھی آتے ہیں۔ لیکن گنّا صرف انھیں رَس بیچنے والوں کے ذریعہ خریدا جاتا ہے۔ گنّے سے خاص طور پر چینی اور گڑ بنایا جاتا ہے۔ کئی گنّا پیدا کرنے والے کسان، جن کے علاقے میں چینی مِلیں ہیں وہاں سیدھے طور پر مِل کو گنّا بیچ دیا جاتا ہے۔ اس میں انھیں کافی اچھا منافع ہوتا ہے۔ لیکن کئی چھوٹے کسان اور ایسے کسان جن کے آس پاس چینی مل نہیں ہے، گنّا کی پیرائی کر گڑ بنا لیتے ہیں۔ گڑ کی بھی اچھی قیمت کسانوں کو مل جاتی ہے۔ حالانکہ گڑ

بنانے میں زیادہ محنت اور وقت لگتا ہے۔ گنّا بہار کی خاص تجارتی فصل ہے۔ بدقسمتی ہے کہ آج بہار کی لگ بھگ چینی مِلیں بند ہیں۔

جوٹ

جوٹ بھی بہار کی ایک خاص فصل ہے۔ پورنیہ، کشن گنج اور کٹیہار ضلعے میں اس کی زیادہ پیداوار ہوتی ہے۔ پورنیہ کے گلاب باغ میں جوٹ کی بہت بڑی منڈی ہے۔ جوٹ کا استعمال مخصوص پیکیجنگ، فرنیشنگ اور کپڑے تیار کرنے میں ہوتا ہے۔ ماحولیاتی تحفظاتی عناصر کے باعث جوٹ اور اس سے بننے والی چیزوں کی مانگ بازار میں لگاتار بڑھ رہی ہے۔ بہار میں جوٹ پر مبنی تجارت لگانے کی کافی امیدیں ہیں۔ اس سے کسانوں کو بہت فائدہ ہوگا۔

۱- کولڈ اسٹوریج کی تعمیر سے کیسے فائدہ ہوسکتا ہے؟ تبادلۂ خیال کریں۔
۲- اپنے گھر اور آس پاس کا مشاہدہ کریں کہ پچھلے ۱۵ سالوں میں لوگوں کی پھل کے استعمال میں کیا کیا تبدیلی آئی ہے اور کیوں؟
۳- بہار میں پھلوں کے اقسام سے متعلق کاروبار لگانے کی کیا کیا امیدیں ہیں۔ تبادلۂ خیال کریں۔
۴- آزادی سے قبل بہار کو ملک میں چینی کا کٹورا کہا جاتا تھا۔ ۴۳-۱۹۴۲ء میں صوبہ میں کل ۳۲ چینی مِلیں تھیں جب کہ سارے ملک میں صرف ۱۴۰ تھیں۔ وہیں ۲۰۰۰ء تک صوبہ میں چینی مِلوں کی تعداد گھٹ کر صرف ۱۰ رہ گئیں جب کہ بھارت میں چینی مِلوں کی تعداد بڑھ کر ۴۹۵ ہوگئیں۔ معلوم کریں کہ یہ بدحالی کیسے ہوئی؟
۵- بہار میں چمپارن، سارن، گوپال گنج، مظفرپور، دربھنگہ، شاہ آباد، پورنیہ، پٹنہ اور سہرسہ گنے کی خاص پیداواری اضلاع ہیں۔ انھیں نقشے کے ذریعہ دکھائیں۔

بازار کی کڑیوں کو سمجھتے ہوئے ہم نے دیکھا کہ کسان کی فصل منڈی یا مِل تک کیسے پہنچتی ہے۔ کچھ کسانوں کو فصل کی صحیح قیمت مل جاتی ہے، لیکن بہت سے چھوٹے کسان اس سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ان حالات میں تبدیلی کے کئی مشورے بھی سامنے آئے۔

ہم نے یہ بھی سمجھا کہ تھوک بازار یا منڈی کی وجہ کوئی فصل ایک جگہ پہنچتی ہے اور پھر اسے دور دور کے خریداروں تک دیگر تاجروں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے۔ ان کڑیوں کو سمجھتے ہوئے مختلف امیدوں کے فائدے اور نقصانات پر غور کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے لے کولڈ اسٹوریج کا ہونا، کاروبار لگانا، فصلوں میں تبدیلی لانا وغیرہ۔ عدم مساوات کو کم کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ منڈی کا انتظام بہتر ہو اور اس کا فائدہ چھوٹے اور اوسط درجے کے کسانوں تک پہنچے۔

مشق

(۱) آپ کے مطابق اَرہر کسان سے کس طرح آپ کے گھروں میں دال کی شکل میں پہنچتا ہے؟ دیئے گئے متبادل میں سے خالی جگہوں کو پُر کریں:

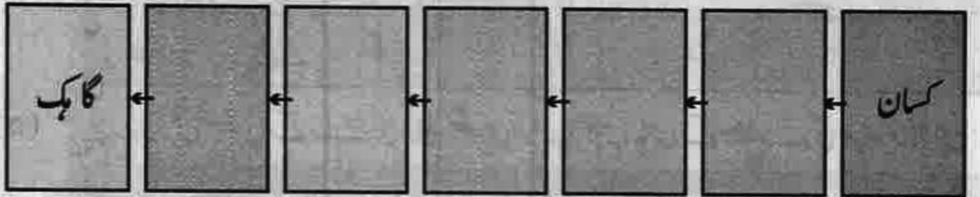

متبادل:

(i) دال مِل

(ii) خردہ تاجر

(iii) مقامی چھوٹے تاجر

(iv) بڑی منڈی کے تھوک تاجر

(v) مقامی منڈی کے تھوک تاجر

(۲) کالم 'الف' کو کالم 'ب' سے ملائیں:

(i)	شاہی لیچی	(الف)	بھاگلپور
(ii)	دودھیا مالدہ	(ب)	مظفرپور
(iii)	مکھانا	(ج)	دیگھا (پٹنہ)
(iv)	زردالو آم	(د)	دربھنگہ

(۳) زراعتی پیداوار کی کم سے کم طے شدہ قیمت سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ اس سے کسانوں کو کیا فائدہ ہوتا ہے؟

(۴) مندرجہ ذیل فصلوں سے بنائے جانے والے مختلف پیداواروں کو لکھیں۔ ان پیداواروں کو بڑھانے کے لیے کون سی تدبیر کی جانی چاہیے۔

شمار	فصلیں	بننے والی چیزیں
۱	گیہوں	
۲	مکا	
۳	لیچی	
۴	گنّا	
۵	جوٹ	

(۵) مندرجہ ذیل فصلوں کے سامنے کی خالی جگہوں کو اپنے آس پاس کے مشاہدے کی بنیاد پر بھریں:

شمار	فصلیں	کس مقامی منڈی میں بیچا؟	کسانوں کو کس شرح پر حاصل ہوا؟	وہاں سے کہاں پہنچایا جاتا ہے؟
۱	گیہوں			
۲	مکا			
۳	لیچی			
۴	گنّا			
۵	جوٹ			

(٦) نیچے دی گئی تصویر میں پوشیدہ طور پر آم کی شرح طے کی جا رہی ہے۔ کھلی نیلامی کا طریقہ اس سے مختلف ہے۔ کیسے؟ تبادلۂ خیال کریں۔

****

S.S.A. 2014-15 (FREE)

سبق - ١١

مساوات کے لیے جدوجہد

اب تک ہم لوگوں نے کتاب کے سبھی اسباق کو پڑھا۔ کتاب کے پہلے سبق میں ہم نے دیکھا کہ پونم اور جیوتی شناختی کارڈ بنوانے کے لیے لائن میں کھڑی تھیں۔ وہاں سبھی لوگ بغیر کسی تفریق ذات و مذہب، رنگ، نسل، امیر، غریب وغیرہ ایک قطار میں کھڑے تھے۔ اسی طرح بچوں کی پارلیمنٹ کے انتخابی عمل سے یہ ظاہر ہے کہ سبھی بچوں کو ووٹ دینے کا برابر حق ہے۔ وہیں دوسری طرف اسی سبق میں رما اور شالنی کے بیچ ہم غیر مساوات کو دیکھتے ہیں۔

اسی کتاب کے دوسرے سبق میں ہم نے ایم. ایل.
اے. کے انتخاب میں بزرگ لوگوں کو ووٹ دیتے ہوئے دیکھا۔ یہ ووٹ ہم عمومی طور پر دیتے ہیں۔ کسی کا ووٹ دوسرے سے کم یا زیادہ نہیں ہوتا ہے۔ اسی سبق میں حکومت کے ذریعہ چلائے جا رہے پروگراموں جیسے دوپہر کے کھانے، پوشاک منصوبہ اور سائیکل منصوبے میں ہم نے مساوات کا برتاؤ دیکھا۔ وہیں صحت اور تعلیم کی آسانیاں عام لوگوں کو ابھی بھی نہیں مل پا رہی ہیں، جو غیر مساوات کو بڑھاوا دیتا ہے۔ جاوید اور شبانہ کو ترقی کے یکساں مواقع دیئے گئے۔ وہیں دوسری طرف شیاما چاہتی ہے کہ وہ پڑھے لکھے، کھیل کود میں حصہ لے، لیکن اس کے گھر والوں نے اس کی اجازت نہیں دی۔ گڑیا، پوجا اور دیگر عورتوں کی مجموعی کوششوں سے معاشرے میں تبدیلی کے آثار نظر آئے ہیں۔

ہم نے ''میڈیا اور جمہوریت'' میں پڑھا کہ میڈیا حکومت کے ذریعہ اعلان شدہ فلاحی — پروگراموں کو عوام تک پہنچاتی ہے اور ان کے خیالات بنانے میں مدد کرتی ہے۔ دوسری طرف عام آدمی کے روزمرہ کی زندگی کے اہم مسائل پر دھیان نہیں دیتی ہے۔ اس کے علاوہ بازار کے مختلف حصوں کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ رام جی گاؤں کا چھوٹا دکاندار بہت کم منافع کما پاتا ہے اور بڑے تاجر کہیں زیادہ۔ یہی خرابی اشتہار کے نشر و اشاعت میں بھی پائی جاتی ہے تو جہاں ایک طرف بڑی بڑی ہستیوں سے جڑے اشتہار دیئے جاتے ہیں تو دوسری طرف عام آدمی سے

متعلق مسائل اور چھوٹے چھوٹے تاجروں کے مفاد کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

اس کتاب کے مختلف اسباق سے ایک بات سامنے آئی کہ ہم مساوات یعنی مساوی مواقع پانے کی خواہش رکھتے ہیں۔ لوگ سوچتے ہیں کہ مساوی برتاؤ ہونا چاہیے۔ لیکن کسی نہ کسی شکل میں غیر مساوات نظر آتی ہے۔

کئی دفعہ ہمیں نا اُمید بھی ہونا پڑتا ہے۔ لیکن ہم نے یہ بھی جانا کہ لوگ سوال پوچھتے ہیں۔ آواز اٹھاتے ہیں، انصاف کے لیے جدوجہد کا راستہ ڈھونڈتے ہیں اور برابری کی امید بنائے رکھتے ہیں۔ اس کی سب سے مناسب مثال گنگا بچاؤ تحریک ہے۔ جہاں ماہی گیروں نے اپنی بدحال زندگی کو اپنی جدوجہد سے خوشیوں میں بدل دیا۔

زندگی بخش: گنگا کے لیے جدوجہد

کٹھوا کی نیا بنی ہے ہو ملہوا،
گنگا کے پار دے اُتار۔
جھپک جھپک چلے توہَر نیا ہو ملہوا،
آئی پورویا بیار۔
گنگا کے پار بھیا، لگے نہ تور نیا،
بھوکوا سے چلے نہ پتوار۔
تین روپیہ بھیا گنگا کی کمیا،
دو روپیہ لیے زمیندار۔
بلکھ بلکھ کر بچوا رووَے،
بیوی رووے زار بیزار۔
دُوشت جَل بھیا، بھاگے مچھریا،
گنگا کے نام پر چلے ٹھیکیدریا،
مچھوا سب ہوے اب بیکار۔
بھائی بہن مل کر اب لڑیا،
گنگا پر حق ہے ہمار۔
کِتے زمینداری قانون سے ٹُوٹل
ہم نصیبہ کا ہے ہو پھوٹل
سوچے نہ کوئی سرکار۔
—— کرشن چندر چودھری

(''گنگا کو اَوِیرل بہنے دو'' سے ماخوذ)

گنگا زمانۂ قدیم سے بہتی ہوئی اپنے علاقے کے لیے زندگی بخش بنی ہوئی ہے۔ اسی لیے تو گنگا کے میدانی علاقوں میں تہذیب بہت پروان چڑھی۔ بہار کے لیے گنگا زندگی بخش رہی ہے۔ گنگا سے سینچائی، آمد و رفت اور ماہی گیری کی تجارت پر منحصر رہ کر زندگی گزارنے والوں کی ایک بڑی جماعت بہار میں ہے۔ زمینداروں اور ذی حیثیت لوگوں کی نظریں اسی لیے گنگا پر گئیں۔ مچھلی پکڑنے والے مچھواروں، کشتی چلانے والے ملاحوں وغیرہ سے مچھلی اور کشتی رانی کے لیے نئے نظام کی شروعات کی گئی۔ پرانے زمانے سے چلے آرہے رواج آزادی کے بعد بھی قائم رہے۔ جو آگے چل کر ٹھیکیداری کی شکل میں بدل گئے۔

ماہی گیروں نے امداد باہمی کمیٹی قائم کی، بندوبستی کی۔ پہلے کے مقابلے ماہی گیروں اور ملاحوں کا زیادہ استحصال شروع ہو گیا۔ ٹھیکیداروں اور امداد باہمی کمیٹی سے بڑے ماہی گیروں نے پٹے پر گھاٹ اور ندی کا متعین علاقہ لیا۔ وہ آگے چھوٹے ماہی گیروں اور پھر اس سے چھوٹے ماہی گیروں کو دینے لگے۔ اس طرح استحصال کئی جگہوں پر ہونے لگا۔ ملاحوں اور ماہی گیروں میں بے چینی بڑھنے لگی۔ ان کی روٹی ہر روز چھنتی جا رہی تھی۔

اسی درمیان حکومت نے گنگا ندی کے فرکا نامی مقام پر ایک پل تعمیر کر دیا۔ گنگا میں سمندر سے مچھلیوں اور زیرے کا آنا بند ہو گیا۔ نتیجتاً گنگا میں مچھلیوں کی تقریباً کمی ہو گئی۔ ماہی گیروں کے سامنے بھوکوں مرنے کی نوبت آگئی۔

اسی دور میں گنگا کے دونوں کناروں پر کارخانے لگے۔ ان سے نکلنے والے کچرے سے گنگا اور بھی آلودہ ہو گئی۔ اسی آلودگی سے مچھلیاں نہ صرف مرنے لگیں بلکہ ان کی پیداوار کی صورت کم ہو گئی۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ زندگی گزارنے کی کم سے کم انحصار ختم ہونے سے متاثر ماہی گیروں نے اپنے حق کے لیے جدوجہد کا اعلان ۱۹۸۲ء سے کہلگاؤں کے کاغذی ٹولہ سے کیا۔ جدوجہد کے کیے گئے وعدوں میں گنگا سے ٹیکس کا خاتمہ، ذات پات کو ختم کرنے، شراب خوری بند کرنے، عورتوں کو برابری کا حق دینے جیسی بات خاص تھیں۔ جدوجہد کے دوران ماہی گیروں

نے کئی جماعت کا قیام کیا۔ دَھرنا، مظاہرہ، کشتی کا لمبا سفر، نشہ خوری اور عورتوں کی عملی حصہ داری کی خاموشی کے ساتھ کوشش کی گئی۔ ایسی کوششوں کا اثر بامعنی ہونے لگا۔ جدوجہد کا پھیلاؤ بہار میں گنگا کے دونوں کناروں پر ہو گیا۔ اس تحریک کو دَبانے کی کوشش امداد باہمی کمیٹیوں اور ٹھیکیداروں کے ذریعہ کی جانے لگی۔ لیکن ماہی گیروں

اور ملاحوں کے پُرامن جدوجہد کو ظالمانہ طریقوں سے کچلا نہیں جا سکا۔ یہ جدوجہد اتنی کامیاب اور پُر اثر رہی کہ آٹھ نو سال پورا ہوتے ہوتے سنہ ۱۹۹۰ء میں گنگا پر سلطان گنج سے پیرپینتی تک مغل سلطنت سے چلی آ رہی زمینداری بندوبست حکومت نے ختم کر دیا۔ پھر ٹھیک ایک سال کے اندر ہی ۱۹۹۱ء میں حکومت نے صوبہ کو پانی ٹیکس سے آزاد کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس سے متعلق قانون بنا دیئے گئے۔ آج گنگا ندی کے کنارے بسے ماہی گیروں کو کسی بھی طرح کا ٹیکس نہیں دینا پڑتا ہے۔ جدوجہد کے نتیجے کے طور پر ان کا استحصال بند ہو گیا۔ اور زندگی گزارنے کا حق حاصل ہوا۔

?

۱- ماہی گیر کن باتوں سے پریشان تھے؟ انھوں نے اس کے لیے کیا کیا؟
۲- کیا کچھ مسائل آج بھی بنے ہوئے ہیں؟ ان کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

کتاب کے مختلف اسباق میں ہم نے کئی بار یہ پڑھا کہ غیر مساویانہ برتاؤ سے لوگوں کے وقار کو کس طرح تکلیف پہنچتی ہے۔ انھیں بُرا لگتا ہے۔ کیوں کہ وہ مساویانہ برتاؤ کو نظر انداز کرتے ہیں۔ لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ برابری کا برتاؤ کیوں نہیں ہوتا ہے؟ سماج ایسا کیوں ہے؟ اس میں بدلاؤ کیسے ہوسکتا ہے؟ کہیں کہیں غصہ پیدا ہو جاتا ہے۔ متاثرین متحد ہونے لگتے ہیں اور نظر انداز کیے جارہے برتاؤ پر اپنی آواز بلند کر کے جدوجہد شروع کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

تاریخ کی نظر سے

ہندوستانی سماج ذات اور مذہب میں بنٹا ہوا ہے۔ یہاں اونچ نیچ، ذات پات، چھوا چھوت جیسی کئی خرابیاں پائی جاتی رہی ہیں۔ ناخواندہ عورتیں، نابرابری اور سماج میں دولت کی غیر مساوی تقسیم جیسے مسائل آج بھی برقرار ہیں۔ مذکورہ بالا نابرابری کے خلاف وقت وقت پر تحریکیں بھی چلیں۔ اس سلسلے میں جیوتیبا پھولے نے سچائی کو پیش کرنے والے سماج کے بینر کے نیچے دَلت ذاتوں کے مفاد کے لیے پُر اثر تحریک چلائی۔ مہاتما گاندھی، ڈاکٹر رام منوہر لوہیا اور جے پرکاش نارائن بھی ذات پات، چھوا چھوت جیسی خرابیوں کے خلاف مسلسل جدوجہد کرتے رہے۔

جیوتیبا پھولے

ساوِتری بائی پھولے نے عورتوں کی تعلیم اور برابری کے لیے اہم ترین جدوجہد کیا۔ اسمبلی کے ذریعہ برابری کا حق دلانے میں ڈاکٹر بھیم راؤ امبیدکر کا خاص رول رہا ہے۔

لوک نایک جے پرکاش نارائن

وِنوبا بھاوے کے ذریعہ بے زمین کسانوں کو زَمین فراہم کرانے کے لیے چلائی گئی ''بھودان تحریک'' کو بھی کئی زمینداروں کے ذریعہ حمایت دی گئی۔ اتنی جدوجہد کے باوجود ابھی بھی کئی مسائل ایسے ہیں، جن کے خلاف پُر اثر تحریک چلانے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

حوصلے بلند ہوں تو فاصلے قریب ہیں
ہو جگر میں دم اگر تو منزلیں کیا دور ہیں

ایسی اور بھی جدوجہد اور تحریکوں سے واقف ہم اگلے درجہ میں ہوں گے۔

-------xxxxx-------

مشق

(۱) اپنے اسکول یا آس پاس میں مساوات اور عدم مساوات کو دکھاتے ہوئے دو تین مثالیں لکھیں۔

(۲) کیا سائیکل بانٹنے، کپڑے بانٹنے، دوپہر کا کھانا بانٹنے اور تعلیمی اسکالرشپ دینے کے وقت عدم مساوات کے برتاؤ کا احساس دکھائی دیتا ہے؟

(۳) اپنے علاقے کے تناظر میں کچھ جدوجہد کے کارنامے کو بتائیں۔

(۴) اپنے علاقے کے چند مظاہروں/تحریکوں میں سے کسی ایک کا مفصل ذکر کریں۔

☹ 😐 ☺

وَندے ماترم

سُجلام سُفلام مَلَیَج شیتلام،
شسیئے ۔شیام لام مَاترَم
وَندے ماَترم!!

شُوبھر۔جیوتسنَا۔پُلکِت ۔یامینیم،
پھُلّ ۔کوسُومِت ۔دُرم دَل ۔شُوبھینیم
سُوہاسنیم، سومدھُر بھاشِنیم،
سُوکھددَام، وَردام، مَاترَم!!
وَندے مَاترَم!!

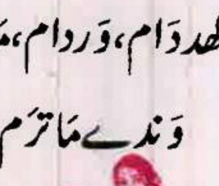

SAMAJIK, ARTHIK AND RAJNITIK JIVAN

Class-VII

قومی ترانہ

جَنَ گَنَ مَنَ اَدھینایک جیہ ہے
بھارت بھاگیہ وِدَھاتا !
پنجاب سندھ گجرات مراٹھا
دراوڑ اُتکل بنگ !
وِندھیہ ہماچل یمنا گنگا
اُچھل جل دھی ترنگ !
تَو شبھ نامے جاگے،
تو شبھ آشش ماگے،
گاہے تَو جے گاتھا !
جَنَ گَنَ منگل دَایک جیہ ہے
بھارت بھاگیہ وِدَھاتا !
جیہ ہے، جیہ ہے، جیہ ہے،
جیہ جیہ جیہ، جیہ ہے !

सत्र 2014-15 | सामाजिक, आर्थिक एवं राजनीतिक जीवन भाग-2 कक्षा-7 (हिन्दी) | निःशुल्क वितरण हेतु

आवरण मुद्रण – आकाशगंगा प्रेस, बिरला मन्दिर रोड, पटना–4